Content for Essay Writing Competition for Intermediate / Degree & Post Graduate students

حجۃ الوداع

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ۝
فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝ (سورہ نصر،3)

ترجمہ: جب خدا کی مدد آگئی اور مکہ فتح ہو چکا اور آپ نے دیکھ لیا کہ لوگ خدا کے دین میں فوج درفوج داخل ہو رہے ہیں تو خدا کی تسبیح پڑھیے اور استغفار کیجئے، خدا توبہ قبول کرنے والا ہے۔''

بظاہر یہ خیال ہوتا ہے کہ نصرت اور فتح کے مقابلہ میں شکر کی ہدایت ہونی چاہئے تھی، تسبیح واستغفار کو فتح سے کیا مناسبت ہے؟ اسی بنا پر ایک صحبت میں حضرت عمرؓ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے معنی پوچھے، لوگوں نے مختلف معنی بتائے، حضرت عمرؓ نے عبداللہ بن عباسؓ کی طرف دیکھا، وہ کم سن تھے اور جواب دیتے جھجکتے تھے، حضرت عمرؓ نے ان کو ہمت دی تو انہوں نے کہا ''یہ آیت آپ ﷺ کے قرب وفات کا اعلان ہے کہ استغفار موت کے لئے مخصوص ہے۔

اس سورہ کے نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ کو معلوم ہو گیا تھا کہ رحلت کا وقت قریب آگیا ہے، اس لئے اب ضرورت تھی کہ تمام دنیا کے سامنے شریعت اور اخلاق کے تمام بنیادی اصول کو مجمع عام میں اعلان کر دیا جائے، آپ ﷺ نے ہجرت کے زمانے سے اب تک فریضہ حج ادا نہیں فرمایا تھا۔ ایک مدت تک تو قریش سد راہ رہے صلح حدیبیہ کے بعد موقع ملا لیکن مصالح اس کے مقتضی تھے کہ یہ فرض سب سے آخر میں ادا کیا جائے،

بہر حال ذوقعدہ میں اعلان ہوا کہ آپ ﷺ حج کے ارادہ سے مکہ تشریف لے جا رہے ہیں، یہ خبر پھیل گئی اور حج کا شرف حاصل کرنے کے لئے تمام عرب امنڈ آیا۔ (سنیچر کے دن) ذوقعدہ کی 26 تاریخ کو آپ ﷺ نے غسل فرمایا اور چادر اور تہبند باندھی، نماز ظہر کے بعد مدینہ سے باہر نکلے تمام ازواج مطہرات کو ساتھ لے چلنے کا حکم دیا ہے۔ مدینہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ذوالحلیفہ ایک مقام ہے، جو مدینہ کی میقات ہے، یہاں پہنچ کر شب گزاری فرمائی۔ دوسرے دن دوبارہ غسل فرمایا، اس کے بعد آپ ﷺ نے دو رکعت نماز ادا کی احرام باندھا اور پھر قصوی نامی اونٹنی پر سوار ہو کر بلند آواز سے الفاظ کہے:۔ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ.

ترجمہ: اے خدا ہم تیرے سامنے حاضر ہیں، اے خدا تیرا کوئی شریک نہیں، ہم حاضر ہیں، تعریف اور نعمت سب تیری ہے اور سلطنت میں تیرا کوئی شریک نہیں۔

حضرت جابرؓ جو اس حدیث کے راوی ہیں، ان کا بیان ہے کہ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو آگے، پیچھے، دائیں، بائیں، جہاں تک نظر کام کرتی، آدمیوں کا جنگل نظر آتا تھا، حضور ﷺ جب "لبیک" فرماتے تھے تو ہر طرف سے اسی صدائے غلغلہ انگیز کی آواز بازگشت آتی تھی اور تمام صحراء و پہاڑ گونج اٹھتے تھے۔ فتح مکہ میں آپ ﷺ نے جن منازل میں نماز ادا کی تھی، وہاں برکت کے خیال سے لوگوں نے مسجدیں بنالی تھیں، حضور ﷺ ان مساجد میں نماز ادا کرتے جاتے تھے، سرف پہنچ کر غسل فرمایا، دوسرے دن اتوار کے روز ذوالحجہ کی چار تاریخ کو صبح کے وقت مکہ معظّمہ میں داخل ہوئے، مدینہ سے مکہ تک کا یہ سفر نو دن میں طے ہوا، خاندان ہاشم کے لڑکوں نے آمد کی خبر سنی تو خوشی سے باہر نکل آئے، آپ ﷺ نے فرط محبت سے اونٹ پر کسی کو آگے اور کسی کو پیچھے بٹھالیا۔ جب کعبہ پر نظر پڑی تو فرمایا کہ اے خدا اس گھر کو اور زیادہ عزت اور شرف دے، پھر کعبہ کا طواف کیا، طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم میں دو رکعت نماز ادا کیا اور یہ آیت پڑھی: وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھِیْمَ مُصَلًّى اور مقام ابراہیم کو سجدہ گاہ بناؤ صفا پر پہونچے تو یہ آیت پڑھی: اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ صفا اور مروہ خدا کی نشانیاں ہیں (یہاں سے) کعبہ نظر آیا، تو یہ الفاظ فرمائے۔

اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اس کے لئے سلطنت اور ملک اور حمد ہے، وہ مارتا اور جلاتا ہے اور وہ تمام چیزوں پر قادر ہے، کوئی خدا نہیں مگر وہ اکیلا خدا، اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے کی مدد کی اور اکیلے تمام قبائل کو شکست دی۔''

صفا سے اتر کر مروہ پر تشریف لائے، یہاں بھی دعا و تہلیل کی، اہل عرب ایام حج میں عمرہ ناجائز سمجھتے تھے، صفا و مروہ کے طواف و سعی سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے لوگوں کو جن کے ساتھ قربانی کے جانور نہیں تھے، عمرہ تمام کر کے احرام اتار دینے کا حکم دیا ہے، بعض صحابہ نے گذشتہ رسوم مالوفہ کی بنا پر اس حکم کی بجا آوری میں معذرت کی، آپ ﷺ نے فرمایا اگر میرے ساتھ قربانی کے اونٹ نہ ہوتے تو میں بھی ایسا ہی کرتا۔ حضرت علیؓ حجۃ الوداع سے کچھ پہلے یمن بھیجے گئے تھے، اسی وقت وہ یمنی حاجیوں کا قافلہ لے کر مکہ لوٹ آئے، چونکہ ان کے ساتھ قربانی کے جانور تھے اس لئے انہوں نے احرام نہیں اتارا، جمعرات کے روز آٹھویں تاریخ کو آپ ﷺ نے تمام مسلمانوں کے ساتھ منیٰ میں قیام فرمایا، دوسرے دن نویں ذی الحجہ کو جمعہ کے روز صبح کی نماز پڑھ کر منیٰ سے روانہ ہوئے۔

قریش کا معمول تھا کہ جب مکہ سے حج کے لئے نکلتے تھے، تو عرفات کے بجائے مزدلفہ میں مقام کرتے تھے، جو حرم کے حدود میں تھا، ان کا خیال تھا کہ قریش نے اگر حرم کے سوا اور مقام میں مناسک حج ادا کئے تو ان کی شان میں فرق آجائے گا لیکن اسلام کو جو مساوات عام قائم کرنی تھی، اس کے لحاظ سے یہ تخصیص روا نہیں رکھی جاسکتی تھی، اس لئے خدا نے حکم دیا: ثُمَّ اَفِیْضُوْا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ، آپ بھی عام مسلمانوں کے ساتھ عرفات میں آئے، اور یہ اعلان کر دیا۔

اپنے مقدس مقامات میں ٹھہرے رہو، کہ تم اپنے باپ ابراہیم کی وراثت پر ہو۔

یعنی عرفہ میں حاجیوں کا قیام، حضرت ابراہیم کی یادگار ہے اور انہیں نے اس مقام کو اس غرض خاص کے لئے متعین کیا ہے، عرفات میں ایک مقام نمرہ ہے، وہاں آپ ﷺ نے (ایک) کمبل کے خیمہ میں قیام فرمایا، دوپہر ڈھل گئی تو اونٹنی پر (جس کا نام قصویٰ تھا) سوار ہو کر میدان میں آئے اور اونٹنی کے اوپر ہی سے خطبہ پڑھا۔

آج پہلا دن تھا کہ اسلام اپنے جاہ و جلال کے ساتھ نمودار ہوا اور جاہلیت کے تمام بیہودہ مراسم کو مٹا دیا، اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں جاہلیت کے تمام دستور میرے دونوں پاؤں کے نیچے ہیں۔''

تکمیل انسانی کی منزل میں سب سے بڑا سنگ راہ امتیاز مراتب تھا، جو دنیا کی قوموں نے تمام مذاہب نے تمام ممالک نے مختلف صورتوں میں قائم کر رکھا تھا، سلاطین سایہ یزدانی تھے، جن کے آگے کسی کو چوں و چرا کی مجال نہ تھی، ائمہ مذاہب کے ساتھ کوئی شخص مسائل مذہبی میں گفتگو کا مجاز نہ تھا، شرفاء رذیلوں سے ایک بالاتر مخلوق تھی، غلام آقا کے ہمسر نہیں ہوسکتے تھے، آج یہ تمام تفرقے، یہ تمام امتیازات، یہ تمام حدبندیاں دفعۃً ٹوٹ گئیں۔

عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں تم سب آدم (علیہ السلام) کی اولاد ہو اور آدم خاک سے بنے تھے۔

عرب میں کسی خاندان کا کوئی شخص کسی کے ہاتھ قتل ہوتا تو اس کا انتقام لینا خاندانی فرض ہو جاتا تھا، یہاں تک کہ سیکڑوں برس گذر جانے پر بھی یہ فرض باقی رہتا تھا اور اسی بنا پر لڑائیوں کا غیر منقطع سلسلہ قائم ہو جاتا تھا اور عرب کی زمین ہمیشہ خون سے رنگین رہتی تھی، آج یہ سب سے قدیم رسم عرب کا سب سے مقدم فخر ختم کیا جاتا ہے، اس کے لئے نبوت کا منادی سب سے پہلے اپنا نمونہ پیش کرتا ہے۔

جاہلیت کے تمام خون (یعنی انتقام خون) باطل کر دئے گئے اور سب سے پہلے میں (اپنے خاندان کا خون) ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون معاف کر دیتا ہوں۔

تمام عرب میں سودی کاروبار کا ایک جال پھیلا ہوا تھا، جس سے غرباء کا ریشہ ریشہ جکڑا ہوا تھا اور ہمیشہ کے لئے اپنے قرض داروں کے غلام بن گئے تھے، آج وہ دن ہے کہ اس جال کا تار تار لگ ہوتا ہے اس فرض کی تکمیل کے لئے معلم حق سب سے پہلے اپنے خاندان کو پیش کرتا ہے۔

جاہلیت کے تمام سود بھی معاف کر دئے گئے اور سب سے پہلے اپنے خاندان کا سود، عباس بن عبدالمطلب کا سود معاف کرتا ہوں۔

آج تک عورتیں ایک جائداد منقولہ تھیں جو قمار بازیوں میں داؤں پر چڑھا دی جا سکتی تھیں، آج پہلا دن ہے کہ اس گروہ مظلوم کو، اس صنف لطیف کو، اس جوہر نازک کو، قدر دانی کا تاج پہنایا جاتا ہے، ارشاد ہوتا ہے: فَاتَّقُوا اللّٰہَ فِی النِّسَاءِ عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو۔''

عرب میں جان و مال کی کچھ قیمت نہ تھی جو شخص جس کو چاہتا تھا قتل کر دیتا تھا اور جس کا مال چاہتا تھا چھین لیتا تھا، آج امن و سلامتی کا بادشاہ تمام دنیا کو صلح کا پیغام سناتا ہے۔ بیشک تمہارا خون اور تمہارا مال تا قیامت اسی طرح حرام ہے، جس طرح یہ دن، یہ مہینہ اور یہ شہر، حرام ہے۔''

اسلام سے پہلے بڑے بڑے مذاہب دنیا میں پیدا ہوئے لیکن ان کی بنیاد خود صاحب شریعت کے تحریری اصول پر نہ تھی، ان کو خدا کی طرف سے جو ہدایتیں ملی تھیں بندوں کی ہوس پرستیوں نے ان کی حقیقت گم کر دی تھی، ابدی مذہب کا پیغمبر زندگی کے بعد ہدایات ربانی کا مجموعہ خود اپنے ہاتھ سے اپنی امت کو سپرد کرتا ہے اور تاکید کرتا ہے۔

میں تم میں ایک چیز چھوڑ جاتا ہوں اگر تم نے اس کو مضبوط پکڑ لیا تو گمراہ نہ ہوگے، وہ چیز کیا ہے؟ کتاب اللہ! یہ فرما کر آپ ﷺ نے مجمع کی طرف خطاب کیا: تم سے خدا کے یہاں میری نسبت پوچھا جائے گا تم کیا جواب دو گے؟''

صحابہ نے عرض کی ہم کہیں گے کہ آپ ﷺ نے خدا کا پیغام پہنچا دیا اور اپنا فرض ادا کر دیا آپ ﷺ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور تین بار فرمایا، اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ (اے خدا تو گواہ رہ)

عین اسی وقت جب آپ یہ فرض نبوت ادا کر رہے تھے، یہ آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً ۔ (مائدہ) آج میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے مذہب اسلام کو منتخب کیا

نہایت حیرت انگیز اور عبرت خیز منظر یہ تھا کہ شہنشاہ عالم جس وقت لاکھوں آدمیوں کے مجمع میں فرمان ربانی کا اعلان کر رہا تھا اس کے تخت شاہی کا مسند بالین (کجاوہ اور عرق گیر) ایک روپیہ سے زیادہ قیمت کا نہ تھا۔

خطبہ سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے حضرت بلال ؓ کو اذان کا حکم دیا اور ظہر و عصر کی نماز ایک ساتھ ادا کی، پھر اونٹنی پر سوار ہو کر موقف تشریف لائے اور وہاں کھڑے ہو کر دیر تک قبلہ رو دعا میں مصروف رہے۔ جب آفتاب ڈوبنے لگا تو آپ ﷺ نے وہاں سے چلنے کی تیاری کی حضرت اسامہ بن زید ؓ کو اونٹ پر پیچھے بٹھا لیا ہے آپ ﷺ اونٹنی کی رسی کھینچے ہوئے تھے یہاں تک کہ اس کی گردن کجاوے میں آکر لگتی تھی، ۵ لوگوں کے ہجوم سے ایک اضطراب سا پیدا ہو گیا تھا، لوگوں کو دست مبارک سے اور بخاری میں ہے کہ کوڑے سے اشارہ کرتے جاتے تھے کہ آہستہ! اور زبان مبارک سے ارشاد فرما رہے تھے۔

اَلسَّكِيْنَۃُ اَیُّھَا النَّاسُ!　　　(لوگو! سکون کے ساتھ!)

اَلسَّکِیْنَۃُ اَیُّھَا النَّاسُ!　　　(لوگو! سکون کے ساتھ!)

اس وقت راستہ میں ایک جگہ طہارت کی حضرت اسامہؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! نماز کا وقت تنگ ہو رہا ہے، فرمایا نماز کا موقع آگے آتا ہے، تھوڑی دیر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام قافلہ کے ساتھ مزدلفہ پہنچے، یہاں پہلے مغرب کی نماز پڑھی، اس کے بعد لوگوں نے اپنے اپنے پڑاؤ پر جا کر سواریوں کو بٹھایا، ابھی سامان کھولنے بھی نہ پائے تھے کہ فوراً ہی نماز عشاء کی تکبیر ہوئی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ لیٹ گئے اور صبح تک آرام فرمایا، بیچ میں روزانہ دستور کے خلاف عبادت کے لئے بیدار نہ ہوئے، محدثین نے لکھا ہے کہ یہی ایک شب ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تہجد ادا نہیں فرمائی، صبح سویرے اٹھ کر با جماعت فجر کی نماز پڑھی کفار قریش مزدلفہ سے اس وقت جاتے تھے، جب آفتاب پورا نکل آتا تھا، اور آس پاس کے پہاڑوں کی چوٹیوں پر دھوپ چمکنے لگتی تھی، اس وقت باآواز بلند کہتے تھے کوہ ثبیر! دھوپ سے چمک جا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس رسم کو ختم کرنے کے لئے سورج نکلنے سے پہلے یہاں سے چلے گئے یہ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ اور سینچر کا دن تھا۔

حضرت فضل بن عباسؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد بھائی اونٹنی پر سوار تھے۔سوال کرنے والے لوگ دائیں بائیں حج کے مسائل دریافت کرنے کے لئے آ رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جواب دیتے تھے۔اور زور زور سے مناسک حج کی تعلیم دیتے جاتے تھے، وادی محسر کے راستہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمرہ کے پاس آئے، ابن عباسؓ سے جو اس وقت کمسن تھے فرمایا مجھے کنکریاں دو، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کنکریاں پھینکیں اور لوگوں کو خطاب کر کے فرمایا:

مذہب میں غلو اور مبالغہ سے بچو، کیونکہ تم سے پہلی قومیں اسی سے برباد ہوئیں اسی اثنا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بھی ارشاد فرماتے، حج کے مسائل سیکھ لو، میں نہیں جانتا شاید کہ اس کے بعد مجھے دوسرے حج کی نوبت نہ آئے۔''

یہاں سے فارغ ہو کر منی کے میدان میں تشریف لائے، داہنے بائیں آگے پیچھے تقریباً ایک لاکھ مسلمانوں کا مجمع تھا، مہاجرین قبلہ کے داہنے، انصار بائیں، اور بیچ میں عام مسلمانوں کی صفیں تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اونٹنی پر سوار تھے، حضرت بلالؓ کے ہاتھ میں اونٹنی کی رسی تھی، حضرت اسامہ بن زیدؓ پیچھے بیٹھے کپڑا تان کر سایہ کئے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نظر اٹھا کر اس عظیم الشان مجمع کی طرف دیکھا تو فرائض نبوت کے 23 سالہ نتائج نگاہوں کے سامنے تھے، زمین سے قبول واعتراف حق کا نور ہر طرف پھیلا ہوا تھا، دیوان قضا میں انبیاء سابقین کے فرائض تبلیغ کے کارناموں پر ختم رسالت کی مہر ثبت ہو رہی تھی اور دنیا اپنی تخلیق کے لاکھوں برس کے بعد دین فطرت کی تکمیل کا مژدہ کائنات کے ذرہ ذرہ کی زبان سے سن رہی تھی، عین اسی عالم میں زبانِ حق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کام ودہن میں زمزمہ پرداز ہوئی۔۔اب ایک نئی شریعت، ایک نئے نظام اور ایک عالم کا آغاز تھا، اس بناء پر ارشاد فرمایا ابتداء میں خدا نے جب زمین وآسمان کو پیدا کیا تھا، زمانہ پھر پھرا کے آج اسی نقطہ پر آ گیا۔''

ابراہیمؑ کے طریق عبادت حج کا موسم اپنی جگہ سے ہٹ گیا تھا، اس کا سبب یہ ہے کہ اس زمانہ میں کسی قسم کی خون ریزی جائز نہ تھی، اس لئے عربوں کے خون آشام جذبات حیلہ جنگ کے لئے اس کو کبھی گھٹا کبھی بڑھا دیتے تھے، آج وہ دن آیا کہ اس اجتماع عظیم کے لئے اشہر حرم کی تعیین کر دی جائے، آپ نے فرمایا سال میں بارہ مہینے جن میں چار مہینے قابل احترام ہیں، تین تو متواتر مہینے ہیں، ذوقعدہ، ذوالحجہ، اور محرم، اور چوتھا رجب کا مہینہ، جو جمادی الثانی اور شعبان کے بیچ میں ہے۔''

دنیا میں عدل وانصاف کا محور صرف تین چیزیں ہیں، جان، مال، اور آبرو، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کل کے خطبہ میں گو ان کے متعلق ارشاد فرما چکے تھے، لیکن عرب کے صدیوں کے زنگ دور کرنے کے لئے مکرر تاکید کی ضرورت تھی، آج آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لئے عجیب بلیغ انداز اختیار فرمایا، لوگوں سے مخاطب ہو کر پوچھا؟

کچھ معلوم ہے، آج کون سا دن ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ خدا اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیر تک چپ رہے، لوگ سمجھے کہ

شاید آپ ﷺ اس دن کا کوئی اور نام رکھیں گے، دیر تک سکوت کے بعد فرمایا کیا آج قربانی کا دن نہیں ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں بیشک ہے، پھر ارشاد ہوا، یہ کون سا مہینہ ہے؟ لوگوں نے پھر اسی طریقے سے جواب دیا، آپ ﷺ نے پھر دیر تک سکوت کیا، اور فرمایا کہ یہ ذوالحجہ نہیں ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں بیشک ہے پھر پوچھا یہ کون سا شہر ہے؟ لوگوں نے بدستور جواب دیا، آپ ﷺ نے اسی طرح دیر تک سکوت کے بعد فرمایا" کیا یہ بلدۃ الحرام نہیں ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں بے شک ہے، جب سامعین کے دل میں یہ خیال پوری طرح جاگزیں ہو چکا کہ آج کا دن بھی، مہینہ بھی اور خود شہر بھی محترم ہے، یعنی اس دن اس مقام میں جنگ اور خوں ریزی جائز نہیں، تب فرمایا: بیشک تو تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری آبرو (تا قیامت) اسی طرح محترم ہے جس طرح یہ دن، اس مہینہ میں اور اس شہر میں محترم ہے۔''

قوموں کی بربادی ہمیشہ آپس کے جنگ وجدال اور باہمی خونریزیوں کا نتیجہ رہی ہے، وہ پیغمبر جو ایک لازوال قومیت کا بانی بن کر آیا تھا، اس نے اپنے پیروؤں سے باآواز بلند کہا، ہاں! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ خود ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو تم کو خدا کے سامنے حاضر ہونا پڑے گا اور وہ تم سے تمہارے اعمال کا سوال کریگا۔''

ظلم وستم کا ایک عالمگیر پہلو یہ تھا کہ اگر خاندان میں کسی ایک شخص سے کوئی گناہ سرزد ہو جاتا تو اس خاندان کا ہر شخص اس جرم کا قانونی مجرم سمجھا جاتا تھا، اور اکثر مجرم کے روپوش یا فرار ہو جانے کی صورت میں بادشاہ کا اس خاندان میں سے جس پر قابو چلتا تھا، اس کو سزا دیتا تھا، باپ کے جرم میں بیٹے کو سولی دی جاتی تھی، اور بیٹے کے جرم کا خمیازہ باپ کو اٹھانا پڑتا تھا، یہ سخت ظالمانہ قانون تھا، جو مدت سے دنیا میں حکمراں تھا اگرچہ قرآن مجید نے لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخری کے وسیع قانون کی رو سے اس ظلم کی ہمیشہ کے لئے ختم کر دیئے تھے لیکن اس وقت جب دنیا کا آخری پیغمبر ایک نظام سیاست ترتیب دے رہا تھا، اس اصول کو فراموش نہیں کر سکتا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں! مجرم اپنے جرم کا آپ ذمہ دار ہے، ہاں! باپ کے جرم کا ذمہ دار بیٹا نہیں اور بیٹے کے جرم کا جوابدہ باپ نہیں۔''

عرب کی بدامنی اور نظام ملک کی بے ترتیبی کا ایک سبب یہ تھا کہ ہر شخص اپنی خداوندی کا آپ مدعی تھا، اور دوسرے کی ماتحتی اور فرمانبرداری کو اپنے لئے ننگ اور عار جانتا تھا، ارشاد ہوا، اگر کوئی حبشی، کان کٹا غلام بھی تمہارا امیر ہو، اور وہ تم کو خدا کی کتاب کے مطابق لے چلے تو اس کی اطاعت اور فرماں برداری کرنا۔

ریگستان عرب کا ذرہ ذرہ اس وقت اسلام کے نور سے منور ہو چکا تھا اور خانہ کعبہ ہمیشہ کے لئے ملت ابراہیم کا مرکز بن چکا تھا، اور فتنہ پردازانہ قوتیں پامال ہو چکی تھیں، اس بنا پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ہاں! شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا کہ اب تمہارے اس شہر میں اس کی پرستش قیامت تک نہ کی جائے گی لیکن چھوٹی چھوٹی باتوں میں اس کی پیروی کرو گے اور وہ اس پر خوش ہو گا سب سے آخر میں آپ ﷺ نے اسلام کے فرض اولین یاد دلائے، اپنے پروردگار کو پوجو، پانچوں وقت کی نماز پڑھو، مہینہ کا روزہ رکھا کرو، اور میرے احکام کی اطاعت کرو، خدا کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔''

یہ فرما کر آپ ﷺ نے مجمع کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا، کیوں میں نے پیغام خداوندی پہنچا دیا؟

سب بول اٹھے ہاں! فرمایا: اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ، ''اے خدا تو گواہ رہنا۔ پھر لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا، جو لوگ اس وقت موجود ہیں وہ ان کو سنا دیں جو موجود نہیں ہیں۔'' خطبہ کے اختتام پر آپ ﷺ نے تمام مسلمانوں کو الوداع کہا۔

اس کے بعد آپ ﷺ قربان گاہ کی طرف تشریف لے گئے اور فرمایا کہ قربانی کے لئے منی کی کچھ تخصیص نہیں بلکہ منی اور مکہ کی ایک ایک گلی میں قربانی ہو سکتی ہے آپ ﷺ کے ساتھ قربانی کے سو اونٹ تھے، کچھ تو آپ ﷺ نے خود اپنے ہاتھ سے ذبح کئے اور باقی حضرت علیؓ کے سپرد کر دئے کہ وہ ذبح کریں اور حکم دیا کہ گوشت پوست جو کچھ ہو سب خیرات کر دیا جائے یہاں تک کہ قصاب کی مزدوری بھی اس سے ادا نہ کی جائے، الگ سے دی

جائے۔

قربانی سے فارغ ہوکر آپ ﷺ نے معمر بن عبداللہ کو بلوایا اور سر کے بال منڈوائے اور فرط محبت سے کچھ بال خود اپنے دست مبارک سے ابوطلحہ انصاریؓ اور ان کی بیوی ام سلیمؓ اور بعض ان لوگوں کو جو پاس میں بیٹھے، عنایت فرمائے، اور باقی ابوطلحہؓ نے اپنے ہاتھ سے تمام مسلمانوں میں ایک ایک دو دو کر کے تقسیم کردئے۔ اس کے بعد آپ ﷺ مکہ معظّمہ تشریف لائے، خانہ کعبہ کا طواف کیا اس سے فارغ ہو کر چاہ زمزم کے پاس آئے۔

چاہ زمزم سے حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت خاندان عبدالمطلب سے متعلق تھی، چنانچہ اس وقت اسی خاندان کے لوگ پانی نکال نکال کر لوگوں کو پلا رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا، یا بنی عبدالمطلب اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ مجھ کو ایسا کرتے دیکھ کر اور لوگ بھی تمہارے ہاتھ سے ڈول چھین کر خود اپنے ہاتھ سے پانی نکال کر پیئیں گے، تو میں خود اپنے ہاتھ سے پانی نکال کر پیتا، حضرت عباسؓ نے ڈول میں پانی نکال کر پیش کیا، آپ ﷺ سے قبلہ رخ ہوکر کھڑے کھڑے پانی پیا ہے پھر یہاں سے منی واپس تشریف لے گئے اور وہیں نماز ظہر ادا کی۔ بقیہ ایام تشریق یعنی 12 ذی الحجہ تک آپ ﷺ نے مستقل قیام منی ہی میں فرمائی، ہر روز زوال کے بعد رمی جمار کی غرض سے تشریف لے جاتے اور پھر واپس آجاتے 13 ذی الحجہ کو سہ شنبہ کے دن زوال کے بعد آپ ﷺ نے یہاں سے نکل کر وادی محصب میں قیام کیا، اور شب کو اسی مقام پر آرام فرمایا، پچھلے پہر اٹھ کر مکہ معظّمہ تشریف لے گئے اور خانہ کعبہ کا آخری طواف کر کے وہیں صبح کی نماز ادا کی، اس کے بعد قافلہ اس وقت اپنے اپنے مقام کو روانہ ہوگیا، اور آپ ﷺ نے مہاجرین وانصار کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے، مدینہ کے قریب پہنچ کر ذوالحلیفہ میں شب بسر کی، صبح کے وقت ایک طرف سے آفتاب نکلا اور دوسری طرف کو نبوت کا چاند مدینہ منورہ میں داخل ہوا، اور مدینہ پر نظر پڑی تو یہ الفاظ فرمائے:: خدا بزرگ و برتر ہے، اس کے سوا کوئی خدا نہیں، کوئی اس کا شریک نہیں، بس اس کی سلطنت ہے، اس کے لئے حمد وستائش ہے، وہ ہر بات پر قادر ہے، لوٹے آرہے ہیں، توبہ کرتے ہوئے، فرمانبردارانہ، زمین پر پیشانی رکھ کر، اپنے پروردگار کی حمد وستائش میں مصروف ہوکر، خدا نے اپنا وعدہ سچ کیا، اپنے بندے کی نصرت کی اور تمام مقابل کو تنہا شکست دی۔''